بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیام سنت کا معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر

آیات

سُبْحَانَ الَّذِیۡ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیَاتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (بنی اسرائیل آیت نمبر:1)

وہ پاک ہے جس نے راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی (النجم آیت نمبر: 13)

اور اس نے اس کو ایک بار اور بھی دیکھا ہے۔

عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی (النجم آیت نمبر: 14)

سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی (النجم آیت نمبر: 15)

جس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔

اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی (النجم آیت نمبر: 16)

جب کہ اس سدرۃ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا (یعنی نور)۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (النجم آیت نمبر: 17)

نہ تو نظر بہکی نہ حد سے بڑھی۔

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّهِ الْكُبْـرٰی (النجم آیت نمبر :18)

بے شک اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

روایات

عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُنَا عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ جَاءَهُ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ أَنْ يُوحَى إِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي مَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ أَوَّلُهُمْ أَيُّهُمْ هُوَ فَقَالَ أَوْسَطُهُمْ هُوَ خَيْرُهُمْ وَقَالَ آخِرُهُمْ خُذُوا خَيْرَهُمْ فَكَانَتْ تِلْكَ فَلَمْ يَرَهُمْ حَتَّى جَاءُوا لَيْلَةً أُخْرَى فِيمَا يَرَى قَلْبُهُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَائِمَةٌ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ وَكَذَلِكَ الْأَنْبِيَاءُ تَنَامُ أَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوبُهُمْ فَتَوَلَّاهُ جِبْرِيلُ ثُمَّ عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ

(رواہ البخاری :رقم الحدیث 3570)

حضرت انس بن مالکؓ سے سنا وہ مسجد حرام سے نبی کریم ﷺ کی معراج کا واقعہ بیان کررہے تھے کہ (معراج سے پہلے) تین فرشتے آئے۔یہ آپ پر وحی نازل ہونے سے بھی پہلے کا واقعہ ہے۔اس وقت آپ مسجد حرام میں (دوآدمیوں حضرت حمزہ اور جعفر بن ابی طالب کے درمیان) سورہے تھے۔ایک فرشتے نے پوچھا : وہ کون ہیں ؟ (جن کولے جانے کا حکم ہے) دوسرے نے کہا کہ وہ درمیان والے ہیں۔وہی سب سے بہتر ہیں۔تیسرے نے کہا کہ پھر جوسب سے بہتر ہیں انہیں ساتھ لے چلو۔اس رات صرف اتنا ہی واقعہ ہو کر رہ گیا۔پھر آپ نے انہیں نہیں دیکھا۔لیکن فرشتے ایک اور رات میں آئے۔آپ دل کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپ کی آنکھیں سوتی تھیں پردل نہیں سوتا تھا ، اور تمام انبیاء کی یہی کیفیت ہوتی ہے کہ جب ان کی آنکھیں سوتی ہیں تو دل اس وقت بھی بیدار ہوتا ہے۔غرض کہ پھر جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو اپنے ساتھ لیا اور آسمان پر چڑھا لے گئے۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِإِيلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا فَأَخَذَ اللَّبَنَ قَالَ جِبْرِيلُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ (رواہ البخاری ؛رقم الحدیث4709)

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ معراج کی رات میں نبی کریم ﷺ کے سامنے بیت المقدس میں دو پیالے پیش کئے گئے ایک شراب کا اور دوسرا دودھ کا۔آنحضرت ﷺ نے دونوں کو دیکھا پھر دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔اس پر جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جس نے آپ کو فطرت (اسلام) کی ہدایت کی۔اگر آپ شراب کا پیالہ اٹھالیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

عَنْ عِمْرَانَؓ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ (رواہ البخاری ؛رقم الحدیث 6546)

عمران بن حصینؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بیان کیا کہ میں نے جنت میں جھانک کردیکھا تو وہاں رہنے والے اکثر غریب لوگ تھے اور میں نے جہنم میں جھانک کر دیکھا (شب معراج میں) تو وہاں عورتیں تھیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا عُرِجَ بِي, مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمُشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ، وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ ' قَالَ أَبُو دَاوُد: حَدَّثَنَاه يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ بَقِيَّةَ لَيْسَ فِيهِ أَنَسٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ أَبِي عِيسَى السَّيْلَحِينِيُّ، عَنْ أَبِي الْمُغِيرَةِ كَمَا قَالَ ابْنُ الْمُصَفَّى. (سنن ابو داوٗود؛رقم الحدیث 4878)

سیدنا انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے جو اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔میں نے پوچھا : اے

جبرائیل ! یہ کون لوگ ہیں ؟ انہوں نے کہا : یہ وہ ہیں جو دوسرے لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں سے کھیلتے ہیں۔"

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ فُرِضَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ الصَّلَوَاتُ خَمْسِينَ ثُمَّ نُقِصَتْ حَتَّى جُعِلَتْ خَمْسًا ثُمَّ نُودِيَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَإِنَّ لَكَ بِهَذِهِ الْخَمْسِ خَمْسِينَ۔

(جامع ترمذی؛رقم الحدیث 213)

انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر معراج کی رات پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر کم کی گئیں یہاں تک کہ (کم کرتے کرتے) پانچ کردی گئیں۔ پھر پکار کر کہا گیا : اے محمد ! میری بات اٹل ہے، تمہیں ان پانچ صلاتوں کا ثواب پچاس کے برابر ملے گا۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ جَعَلَ يَمُرُّ بِالنَّبِيِّ وَالنَّبِيَّيْنِ وَمَعَهُمُ الْقَوْمُ وَالنَّبِيِّ وَالنَّبِيَّيْنِ وَمَعَهُمْ الرَّهْطُ وَالنَّبِيِّ وَالنَّبِيَّيْنِ وَلَيْسَ مَعَهُمْ أَحَدٌ حَتَّى مَرَّ بِسَوَادٍ عَظِيمٍ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قِيلَ مُوسَى وَقَوْمُهُ وَلَكِنِ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَانْظُرْ قَالَ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ مِنْ ذَا الْجَانِبِ وَمِنْ ذَا الْجَانِبِ فَقِيلَ هَؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَسِوَى هَؤُلَاءِ مِنْ أُمَّتِكَ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ فَدَخَلَ وَلَمْ يَسْأَلُوهُ وَلَمْ يُفَسِّرْ لَهُمْ فَقَالُوا نَحْنُ هُمْ وَقَالَ قَائِلُونَ هُمْ أَبْنَاؤُنَا الَّذِينَ وُلِدُوا عَلَى الْفِطْرَةِ وَالْإِسْلَامِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ هُمْ الَّذِينَ لَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ أَنَا مِنْهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ أَنَا مِنْهُمْ فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ (جامع ترمذی؛رقم الحدیث 2446)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ معراج کے لیے تشریف لے گیے تو وہاں آپ کا ایک نبی اور کئی نبیوں کے پاس سے گزر ہوا ،ان میں سے کسی نبی کے ساتھ ان کی پوری امت تھی، کسی کے ساتھ ایک جماعت تھی، کسی کے ساتھ کوئی نہ تھا، یہاں تک کہ آپ کا گزر ایک بڑے گروہ سے ہوا، توآپ ﷺ نے

پوچھا یہ کون ہیں ؟ کہاگیا : یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے، آپ اپنے سر کو بلند کیجئے اور دیکھیے : تو یکایک میں نے ایک بہت بڑا گروہ دیکھا جس نے آسمان کے کناروں کو اس جانب سے اس جانب تک گھیر رکھا تھا، مجھ سے کہاگیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور اس کے سوا آپ کی امت میں ستر ہزار اور ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے، پھر آپ ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور لوگ آپ سے اس کی بابت نہیں پوچھ سکے اورنہ ہی آپ نے ان کے سامنے اس کی تفسیر بیان کی ، چنانچہ ان میں سے بعض صحابہ نے کہا: شاید وہ ہم ہی لوگ ہوں اور بعض نے کہا: شاید ہماری وہ اولاد ہیں جو فطرتِ اسلام پر پیدا ہوئیں۔لوگ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ باہر نکل آئے اور فرمایا: ' یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ بدن پر داغ لگواتے ہیں اور نہ جھاڑ پھونک اور منتر کرواتے ہیں اور نہ ہی بدفالی لیتے ہیں، وہ صرف اپنے رب پر توکل واعتماد کرتے ہیں'، اسی اثناء میں عکاشہ بن محصنؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اللہ کے رسول! کیامیں بھی انہیں میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ' ہاں'، (تم بھی انہی میں سے ہو) پھرایک دوسرے شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: کیا میں بھی انہیں میں سے ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ' عکاشہ نے تم پر سبقت حاصل کرلی '۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَتَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلَى قَوْمٍ بُطُونُهُمْ كَالْبُيُوتِ فِيهَا الْحَيَّاتُ تُرَى مِنْ خَارِجِ بُطُونِهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرَائِيلُ قَالَ هَؤُلَاءِ أَكَلَةُ الرِّبَا

(رواہ ابن ماجہ؛رقم الحدیث 2273)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج ہوئی، (اس سفر کے دوران میں) میرا گزر ایسے افراد کے پاس سے ہوا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے، ان (پیٹوں) میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو ان کے پیٹوں کے باہر سے نظر آ رہے تھے۔میں نے کہا: جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ سود کھانے والے ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوبًا الصَّدَقَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا بَالُ الْقَرْضِ أَفْضَلُ مِنْ الصَّدَقَةِ قَالَ لِأَنَّ السَّائِلَ يَسْأَلُ وَعِنْدَهُ وَالْمُسْتَقْرِضُ لَا يَسْتَقْرِضُ إِلَّا مِنْ حَاجَةٍ

(رواہ ابن ماجہ :رقم الحدیث 2431)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا: صدقے کا ثواب دس گنا ہے اور قرض کا اٹھارہ گنا۔ میں نے کہا: اے جبریل! کیا وجہ ہے کہ قرض صدقے سے بھی زیادہ فضیلت کا حامل ہے؟ انہوں نے کہا: اس لیے کہ سائل (بعض اوقات) سوال کرتا ہے، حالانکہ اس کے پاس (اس کی ضرورت کا مال) موجود ہوتا ہے جبکہ قرض لینے والا ضرورت (اور مجبوری) کی حالت ہی میں قرض لیتا ہے (کیونکہ قرض کی واپسی تو ضروری ہے، اس لیے مجبوری کے وقت ہی لیا جاتا ہے)۔

اصل مضمون

جسے وُسعتیں بھی نہ پاسکیں وہ نبی کا پاک مقام ہے

نسل بنی آدم علیہ السلام کی اصلاح کے لئے مالک کن فیکون نے ہزاروں کی تعداد میں انبیاء ورسل مبعوث فرمائے۔اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں ان پاک نفوس نے جو سختیاں ،پریشانیاں اور مصائب برداشت کیں ،اس پر بشر تو کیا ملائکہ بھی چلّا اٹھے ،اللہ تعالیٰ نے اس امتحان اور آزمائش کی گھڑی میں نہ صرف یہ کہ ان پاک نفوس کی حفاظت فرمائی اور ان کو ثابت قدم رکھا بلکہ مزیداس کے صلہ میں اپنے یہاں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمایا اور دنیا میں بھی ان کو مختلف انعامات ومعجزات کے ذریعہ سرخ روکیا اور سرفرازی عطا فرمائی۔

لیکن فخر کا ئنات، مصلح کل سر ور کو نین اورسردار انبیاء و رسل احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰے ﷺ کے ساتھ اپنی محبت وانسیت کا اظہار ہی کچھ عجیب اورانو کھے اورنر الے انداز میں فر ما یا۔

ان ہی میں سے ایک محیر العقول ،جن اور انس کی عقلو ں سے ورا ء الوراء واقعہ معراج ہے،آج کی سا ئنس بھی اس کی تصدیق کرنے پر مجبو ر ہے۔اور اسی وا قعہ کی روشنی میں آج کے سا ئنسدا نو ں نے چا ند کی تسخیر کی اور مزید نئے نئے تجربات جاری ہیں۔

خود رب کا ئنات نے اس وا قعہ کو اپنی قدرت کا ملہ کے چند عجا ئبات میں سے ایک اعجو بہ قرار دیا ہے۔چنا نچہ قرآن شر یف میں بیا ن فر ما یا۔"سبحان الذی اسرٰی بعبدہ الیٰ اٰیۃ انہ ھوا لسمیع ا لبصیر"

تر جمہ:- پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو راتو ں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گی۔جس کے گر دو پیش کو ہم نے بابرکت بنا رکھا ہے تا کہ ہم اس کو اپنی قدرت کے نشا نا ت دکھا ئیں بیشک وہ سننے وا لا اور دیکھنے والا ہے۔

تشر یح:- لفظ" سبحا ن" خود اس طرف اشا رہ کر رہا ہے کہ دنیا وی نقطہ نظر سے یہ وا قعہ بڑا عجیب و غر یب ہے ،"اِسریٰ" کا لفظ رات کے لئے استعما ل ہو تا ہے لیکن اس کے سا تھ " لیلًا" کا ذکر کر نا وہ بھی نکرہ کے سا تھ اس طرف اشا رہ کر رہا ہے کہ را ت کے تھوڑے وقت میں ایک طویل ترین مسا فت طے کی گئ ،اور رات کے وقت کو اس لئے منتخب کیا گیا کہ یہ وقت پر سکو ن اور خلو ت کا ہو تا ہے۔اور ایسے وقت میں کسی کو دعوت دیناز یادہ اختصا ص ا ور اعزا ز کی دلیل ہے۔اور اس میں عر بوں کے مزا ج کی رعا یت بھی پو شیدہ ہے اس و جہ سے کہ عرب رات کو ہی سفر کرنا زیادہ پسند کرتے تھے اوران کاآج بھی یہی دستور ہے۔اور آج کی ما دہ پرست دنیا اور سربراہان مملکت بھی اہم امور اور اسفار کیلئے رات کے وقت کو ہی ترجیح دیتے ہیں، اور اہل ذوق (اللہ وا لے، صوفیہ

حضرات)اس حکمت کو بخو بی سمجھتے ہیں ،اور ’’بعبد ہ‘‘ سے اس طرف اشا رہ ہے کہ یہ سفر معراج ، جسما نی ہوا نہ کہ رو حانی(اور آج کی سا ئنسی ترقی نے اس کی مزید تصدیق کر دی ہے کہ انسان لمحو ں میں آسما نی سفر کر سکتا ہے فتد بروا)اور بعبدہ فرما کر اس با ت کی بھی نفی کر دی کہ کہیں کو ئی جا ہل اس عجیب اور غر یب وا قعہ کی و جہ سے نعو ذ با اللہ آپ ﷺ کو معبود نہ سمجھ بیٹھے اسی لئے آپ ﷺ کو’’عبدہ ‘‘ یعنی اپنا محبو ب بندہ فر ما یا۔

اور ’’لنریہ من اٰیا تنا ‘‘سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجیب اور غر یب واقعات د کھا ئے گئے اور اپنی قدرت عظیمہ کا مشا ہدہ کرا یا گیا۔

اور یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت جسمانی کرائی گئ نہ کہ روحانی،کیونکہ اگرآپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے یہ فرماتے کہ میں نے ایک خواب دیکھا تو اس میں کسی کو تعجب نہ ہوتا لوگوں کو استعجاب صرف اسی وجہ سے ہوا کہ جسمانی طور پر ایسا ممکن نہیں۔اسی وجہ اس واقعہ کو عجیب وغریب کہا گیا۔بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی مزید وضاحت اور شہادت دینی پڑی جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا۔اور انہ ھو السمیع البصیر کہہ کر یہ فرما نا مقصود ہے کہ اللہ تعا لیٰ ہر چیز پر قا در مطلق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخا لفین ومنکرین رسا لت کے لئے تنبیہ وآگا ہی ہے کہ ہم نے جوکچھ اپنے پیا رے محبوب کو عطا کیا ہے یا ان کے ذریعہ جو پیغام لو گوں تک پہنچایا جارہا ہے وہ با لکل بر حق ہے۔اوریہ بھی بتانا مقصود ہے کہ ہم نے جو عجائبات کی رویت اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کرائی ہے اس سے وہ ہمارے برابر نہیں ہوگئے، یا ان عجائبات کی انتہا یہیں تک نہیں، ہم اس سے بھی زیادہ قدرت والے ہیں اور ہم بالذات سمیع وبصیر ہیں۔

معراج نبوی ﷺ کے تعیینِ وقت (تاریخ، ماہ، وسال) میں بہت ہی اختلاف ہے؛ لیکن اس سے نفسِ واقعہ پر کوئی اثر واقع نہیں ہوتا، کیونکہ نصِ قطعی اور احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے۔اور اس سے کسی شرعی حکم کا اثبات بھی

مقصود نہیں۔ امام زہری اور حربیؒ کا بیان ہے کہ یہ واقعہ ۲۷ ربیع الثانی ہجرت سے آٹھ برس قبل کا ہے۔ (لیکن صاحبِ فتح الباری نے انہی امام کا ایک قول ہجرت سے پانچ سال قبل کا بیان کیا ہے) بعض ائمہ نے بعد والے قول کو ترجیح دی ہے لیکن زیادہ مشہور قول سن ۱۰ نبوی یعنی ہجرت سے تین سال قبل کا ہے۔ اور بعضوں نے بارہواں سال بھی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح سے مہینوں کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ ربیع الاوّل، ربیع الثانی، رجب، رمضان، شوال کی روایتیں ہیں؛ لیکن معتبر اور راجح قول ۲۷ ربیع الاوّل کا ہے۔ بعض متاخرین علمائے کرام نے ۲۷ رجب المرجب کو اختیار کیا ہے؛ لیکن پہلا قول زیادہ اقرب الی الصواب ہے۔ اس خاص رات کی تعیین میں بھی اختلاف ہے، بعض نے کہا جمعہ کی، بعض نے ہفتہ کی اور کسی نے پیر کی رات کو اختیار کیا ہے لیکن جمعہ والا قول زیادہ اقرب الی الصواب ہے۔

ان تمام اقوال کی روشنی میں موجودہ اختلافاتِ کثیرہ سے قطعیت کسی ایک طرف نہیں؛ کیونکہ ہر ایک کے پاس دلائل ہیں، لیکن نفسِ واقعہ سے کسی کو اختلاف نہیں۔

مختصر یہ کہ ایک رات حضور ﷺ حطیمِ کعبہ میں آرام فرما تھے اور آپ ﷺ بین الیقظ والنوم (یعنی غنودگی) کی حالت میں تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام عالمِ ارواح سے ایک سواری جس کا نام براق تھا (جو قد میں گدھے اور خچر کے درمیان تھا، اور اس کے دو پر تھے اور اس کی برق رفتاری بھی عجیب تھی اور اس کی کیفیت بھی نہایت چوکنّا اور مستعد جانور کی سی تھی) لیکر تشریف لائے۔ اوّل آپ ﷺ کا سینۂ مبارک چاک کیا گیا اور آپ کے دل اور سینے کو زمزم سے دھویا گیا اور پھر اس میں علم وحکمت کی اشیاء رکھی گئیں، بعدہ آپ ﷺ کو اس براق پر سوار کرکے بیت المقدس پہنچایا گیا۔ راستے میں عالمِ برزخ کے بہت سے واقعات کا مشاہدہ کرایا گیا۔ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہ السلام جمع تھے۔ اذان واقامت کے بعد ان تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے آپؐ کی اقتداء میں نماز ادا کی، پھر تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے الگ الگ خطبہ پڑھا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے

بعد اپنا تعارف کرایا۔ اور اپنے کمالات بیان فرمائے۔ سب سے اخیر میں حضور سردارِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا بلیغ اور باوقعت خطبہ پڑھا کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام عش عش کراُٹھے اور سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام وکمالات کو تسلیم کیا، بعدہٗ آسمانوں کی طرف عروج ہوا، وہاں ہر آسمان پر علیحدہ علیحدہ طور پر حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم آدم علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، صالح علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام وابراہیم علیہ السلام سے ملاقاتیں ہوئیں اور سب نے آپ کا استقبال واکرام کیا، وہاں سے آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تشریف لے گئے جس کی کیفیت ملائک وجن وانس کے اِدراک سے باہر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں کی سیر کرائی گئی، جنت دوزخ کا مشاہدہ کرایا گیا، اس کے بعد آپؐ کو "مقامِ قرب" سے نوازا گیا جس کو "فَكَانَ قَابَ قَوسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى" فرمایا گیا اور حق سبحانہ وتعالیٰ سے بے حجابانہ کلام ہوا۔ رُخصتی کے وقت من جملہ اور تحفوں کے ایک تحفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ﷺ کی اُمت کے لیے نمازِ پنج گانہ کا تحفہ دیا گیا وغیرہ۔

صبح کو بعد نمازِ فجر آپ ﷺ نے حرم شریف میں بیٹھ کر لوگوں سے اس واقعے کا اظہار فرمایا جس کو سن کر لوگوں کو تعجب ہوا اور بعض نومسلم جو ابھی ابھی تازہ تازہ ایمان لائے تھے، ابھی اسلام ان کے دلوں میں پوری طرح سے راسخ یا جاں گزیں نہیں ہوا تھا مرتد ہوگئے۔ اسی واقعے سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی، اگر خواب ہوتا تو یہ لوگ کیوں مرتد ہوتے اور کیوں آپ ﷺ کی تکذیب کرتے؟ فَتَدَبَّرُوا! اس واقعہ کو سن کر جملہ کفار اور بالخصوص ابوجہل نے آپؐ کی سخت تضحیک وتکذیب کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اس واقعے کو سنا تو انھوں نے فوراً اس کی تصدیق کی اور اسی دن سے "صدیق" ان کا لقب ہوا۔ کفار اور منافقین نے آپ ﷺ سے دلائل طلب کیے۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے سنا کہ "جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہوگیا اور بیت المقدس کو میرے خیال میں ڈال دیا گیا اور میں اس کو دیکھتا جاتا تھا اور لوگوں سے اس کی نشانیاں بیان کرنے لگا"۔

بعض لوگوں نے کہا کہ بیت المقدس کے کتنے دروازے ہیں؟ میں نے اس کے دروازے شمار نہ کیے تھے مگر میں اس کی طرف دیکھتا تھا اور ایک ایک کرکے دروازے شمار کراجاتا تھا۔ میں نے ان لوگوں کے قافلے کو جو راستے میں تھے ان کو اور ان کی علامات کو بھی بیان کیا، چنانچہ لوگوں نے اس کو بھی ان لوگوں سے اسی طرح پایا جس طرح میں نے بیان کیا تھا۔

اوراس روایت کو حضرت ابوہریرہؓ نے اس طرح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ ﷺ کو حطیم میں اس حالت میں پایا کہ قریش مجھ سے رات کے چلنے کے راستے کو دریافت کرتے تھے،انھوں نے مجھ سے بیت المقدس کی چند اشیاء دریافت کیں جن کو میں اچھی طرح یاد نہیں رکھ پایا تھا۔ مجھے ایسی سخت بے چینی ہوئی کہ اس سے پہلے میں کبھی اتنا بے چین نہیں ہواتھا، اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میری طرف بلند کردیا کہ میں اس کو دیکھ لوں۔ وہ لوگ مجھ سے دریافت کرتے تھے اور میں خبر دیتا تھا۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتاہے کہ آپ ﷺ کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کیوں لے جایا گیا؟ اس میں کیا حکمت پوشیدہ تھی؟ تو اس کاجواب یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے جانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ سرزمینِ بیت المقدس اوراس کے اِردگرد ہزاروں کی تعداد میں انبیاء ورُسل مدفون ہیں اور یہ خطۂ پاک ان کے فیوض وبرکات کا سرچشمہ رہاہے، اس لیے ایک پاک جگہ سے دوسری پاک جگہ لے جاکر یہ سمجھانا مقصود ہے کہ ان تمام انبیاء ورُسل کے فیوض وبرکات آپ ﷺ کی طرف منتقل ہوگئے ہیں اور اب ان تمام فیوض وبرکات کا سرچشمہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اور یہود ونصاریٰ کو یہ تعلیم دینا بھی مقصود ہے کہ اب ان

تمام انوار وبرکات کی حامل ایک اُمت ہوگی اور وہ ہے "امتِ محمدیہؐ"۔اسی لیے تمام انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

الغرض معراج کے تمام واقعات چاہے وہ دو دفعہ کے ہوں یا ایک، سب سے یہی تعلیم ملتی ہے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء کے سردار ہیں اور آپ ﷺ ہی کے ذریعہ دین کی تکمیل ہوئی اور آپ ﷺ ہی خاتم الانبیاء ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر ملک وقوم وساری کائنات کے لیے تاقیامت علیم وبشیر ہیں۔اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر اتمامِ نعمت وتکمیلِ دین ہے۔اسی لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے اعلیٰ وافضل مقام "مقامِ قرب" عطا کیا گیا۔

اور بقول امیر مینائی: صفحۂ دہر میں صورت گر قدرت نے امیرؔ

ان کی تصویر وہ کھینچی کہ قلم توڑ دیا

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ ﷺ سے مجھے

واقعۂ معراج کے لامتناہی پیغامات ہیں اور اس سے حاصل ہونے والے اسباق ان گنت ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ اس واقعہ کا گہرا مطالعہ کیا جائے اور اس پر محض ایک واقعہ سے زیادہ عملی زندگی میں رہنمائی کرنے والے سیرت کے ایک اہم گوشہ کے طورپر غور کیا جائے ۔ اس واقعہ سے حاصل ہونے والے چند اسباق سطورِ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں؛ تاکہ نگاہِ عبرت رکھنے والے اہلِ ایمان ان سے فائدہ اٹھائیں:

(ا) طائف میں ستانے والے کفار اور مکہ میں ٹھکرانے والے مشرکین پر اس واقعہ کے ذریعہ واضح کردیاگیا کہ تم نے نبی پر زمین کے دروازے بند کردیئے تو اللہ نے ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔تم نے نبی ﷺ

کی امامت واقتدا ء کو قبول نہ کیا تو اللہ آپ ﷺ سے انبیاء علیہم السلام کی امامت کروائی اور سب نے آپ ﷺ کی اقتدا کی، اہلِ زمین نے آپ ﷺ سے منہ پھیرا تو آسمان والے نے آپ ﷺ کا استقبال کیا۔

(۲) واقعۂ معراج سے آخرت جنت و دوزخ اور وہاں کی نعمتوں اور تکلیفوں کا یقینی ہونا معلوم ہوتا ہے ، اس لئے کہ اللہ نے اس واقعہ میں اپنے نبی ﷺ کو جنت و دوزخ کی سیر کرائی اور اہل جنت اور اہل دوزخ کے حالات کا مشاہدہ کروایا۔

(۳) دین حق کا داعی جب ستایاجاتا ہے اور وہ لوگوں کی اذیتوں کے باوجود اپنے کام میں لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ئنات کی ساری طاقتوں کو اس کے لئے مسخر کردیتے ہیں، واقعۂ معراج میں ساری کائنات آپ ﷺ کے لئے مسخر کردی گئی ، حتیٰ کہ زمان و مکان بھی مسخر کردیئے گئے۔

(۴) واقعۂ معراج بتاتا ہے کہ داعی اگر اپنی دعوت میں ثابت قدم رہے تو آخر کار خدا اس کا حامی و مددگار بن جاتا ہے، خدا اپنے داعیوں کو آزماتا ضرور ہے مگر بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا، داعی کو دعوت کی راہ میں پیش آنے والی تکلیفوں سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔اللہ کی مدد ضرور آئے گی۔

(۵) واقعۂ معراج سے دین اسلام اور پیغمبراسلام کی رفعت شان کا اظہار ہوتا ہے کہ اللہ نے آپ ﷺ کو ایسے مقام پر پہنچایا جہاں تک نہ کوئی پیغمبر جاسکا اور نہ ہی کوئی مقرب فرشتہ، سارے نبیوں میں یہ اعزاز صرف آپ ﷺ ہی حاصل ہوا، حتیٰ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی پیچھے رہ گئے، اللہ نے نبیوں کی امامت کرواکر ساری انسانیت پر واضح کردیا کہ اب سب کے مقتدا صرف نبی آخر الزماں ﷺ ہیں، آپ ﷺ کا دین سارے دینوں پر غالب ہے۔

(٦) واقعۂ معراج قبلہ اول بیت المقدس کے سلسلہ میں ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے، یہیں سے آپ ﷺ کو معراج نصیب ہوئی اور یہ آپ ﷺ اور سارے مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے، جہاں آپ ﷺ نے سارے نبیوں کی امامت فرمائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معراج کے اس سبق کو یاد رکھا اور اس کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے بیت المقدس کو آزاد کرایا ، لیکن افسوس موجودہ دور کے مسلمان بیت المقدس کی آزادی اور قبلۂ اول کی بازیابی سے بالکلیہ غافل ہیں، یہودی آئے دن اس کی توہین کررہے ہی اور اس کے صحن میں موسیقی کی محفلیں منعقد کررہے ہیں اور اسے ڈھانے کی ساری تدبیریں مکمل کرچکے ہیں، لیکن عالم اسلام غفلت سے دوچار ہے۔

(٧) واقعۂ معراج ہمیں اس بات کا بھی پیغام دیتا ہے کہ ہم روحانی طورپر اس قدر عروج کریں کہ ہمیں وصول الی اللہ کی دولت حاصل ہوجائے ، موجودہ دور روح سے بے اعتنائی کادور ہے ، اس وقت ساری توانائیاں صرف جسم کو سنوارنے پر جھونکی جارہی ہیں، مادیت کا اس قدر تسلط ہے کہ روحانی اقدار قصۂ پارینہ بن کر رہ گئیں ، معراج دراصل ظلمت سے نور کی جانب اور شک سے یقین کی جانب اور معصیت سے اطاعت کی جانب سفر ہے ، یہاں نور ہی نور ہے اور طاعت ہی طاعت ہے، ظلمت و معصیت کا دور دور تک گزر نہیں ہے۔

(٨) معراج کاواقعہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے پناہ مہربان ہے، اسی مہربانی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازوں کو کم کرکے پانچ مقرر فرمائی اورکبیرہ گناہ کرنے والا موت سے پہلے سچی توبہ کرلے تو اس کے گناہوں کی مغفرت کا اعلان فرمایا۔

(٩) واقعۂ معراج استقامت اور ثبات قدمی کا پیغام دیتا ہے کہ دین کی راہ میں کیسی ہی دشوار گھاٹیاں آئیں مسلمان کو ثابت قدم رہنا چاہئے، جس طرح نبی ﷺ پر معراج سے پہلے انتہائی دشوار گھاٹیاں آئیں مگر آپ ﷺ کے پائے ثبات میں کسی طرح کا تنزلزل نہ آیا اور آپ ﷺ دعوتِ دین پر ثابت قدم رہے۔

(۱۰) کائنات میں اللہ تعالیٰ کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہوتی ہے، نبی کریم ﷺ کو سخت تکالیف سے گزارا گیا پھر معراج کے ذریعہ آسانیوں کا سلسلہ شروع ہوا، ایک مسلمان کو پے درپے آنے والی دشواریوں سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔

(۱۱) واقعۂ معراج نماز کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے، تمام فرائض میں نماز ایک مہتم بالشان فریضہ ہے، سارے فرائض زمین پر فرض کئے گئے لیکن نماز کا تحفہ آسمان پر دیا گیا، نماز مومن کی معراج ہے، حالتِ نماز میں بندہ گویا اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے۔

(۱۲) واقعۂ معراج قیادت کی تبدیلی اور اس بات کا اشارہ ہے کہ عالمی قیادت بنی اسحاق کے ہاتھوں سے لے کر بنی اسماعیل کے حوالے کردی گئ ، مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت اس بات کا لطیف اشارہ ہے کہ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوموں کے لئے نبی آخر الزماں ﷺ کی اتباع کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ، اب پچھلی ساری شریعتیں منسوخ ہوچکی ہیں اور ساری قوموں کو آخری پیغمبر ﷺ کے تابع ہونا پڑے گا۔

(۱۳) واقعۂ معراج اس بات کی بھی غمازی کرتا ہے کہ دنیا دار المحن ہے، یہاں انسان کو قدم قدم پر تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نبی ﷺ نے معراج سے پہلے قدم قدم پر مشققوں کا سامنا کیا اس کے بر خلاف عالم بالا اور عالم آخرت ایک مسلمان کے لئے راحت کا حقیقی مقام ہے ، اس لئے دارالمحن میں پیش آنے والی تکلیفوں پر آزردہ خاطر نہ ہونا چاہیئے، یہاں کی چند روزہ تکلیفوں کو برداشت کرتے ہوئے دین پر قائم رہیں گے تو ہمیشہ کی راحتیں حاصل ہوں گی۔

(14) واقعۂ معراج میں اسلام کے دینِ فطرت ہونے کالطیف اشارہ پایا جاتا ہے ، اسلام کی تیز رفتار اشاعت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور دینِ فطرت کی خاصیت یہ ہے کہ وہ ہر حال میں فطرت انسانی کو اپیل کرتا ہے ، عالم اسلام کے معروف داعی و مفکر شیخ سعید رمضان بوطی اپنی شہرہ آفاق کتاب فقہ السیر میں لکھتے ہیں ''حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کی خدمت میں دو پیالے پیش کئے ان میں سے ایک دودھ کا پیالہ تھا اور دوسرا شراب کا، آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھالیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا آپ نے فطرت کو اختیار کیا اس سے معلوم ہوا کہ اسلام دین فطرت ہے اور اپنے عقیدے اور احکام میں فطرت انسانی کے حقیقی تقاضوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو انسان کی حقیقی فطرت سے ٹکراتی ہو اگر فطرت ایک جسم ہوتی تو دینِ اسلام اس کا موزوں لباس ہوتا ، یہ ہے اس چیز کا راز کہ یہ دین کیوں تیزی سے پھیلتا ہے اور لوگ اسے قبول کرنے کے لئے دیوانہ وار آگے بڑھتے ہیں ، اس لئے کہ انسان خواہ تہذیب و تمدن کے کتنے ہی مدارج طئے کرلے اور اسے کتنی ہی مادی آسائش حاصل ہوجائے لیکن وہ اپنی فطرت کے تقاضوں کی تکمیل اور فطرت سے میل نہ کھانے والے تکلفات اور پیچیدگیوں کے طوق سے آزادی حاصل کرنے کی جانب مائل رہتا ہے اور اسلام ہی وہ واحد نظام ہے جو فطرت انسانی کے تقاضوں کو پورا کرنے کا اہل ہے۔

(۱۵) واقعۂ معراج کے کچھ اور اسرار و رموز : شیخ سعید رمضان بوطی نے واقعۂ معراج پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کے کچھ اور اسرار ورموز تحریر فرمائے ہیں؛ چنانچہ وہ لکھتے ہیں : بیت المقدس تک آنحضرت ﷺ کے سفر اور وہاں سے ساتوں آسمانوں میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کے درمیان زمانی تعلق سے اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ اس گھر کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی عظمت و تقدس حاصل ہے، اس سے اس کا بھی واضح ثبوت ملتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت محمد ابن عبداللہ علیہما السلام کی تعلیمات کے درمیان گہرا تعلق پایا جاتا ہے اور یہ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کواللہ تعالیٰ نے ایک ہی دین کے ساتھ مبعوث کیا تھا،اس سے اس بات کا بھی اظہار ہوتا

ہے کہ مسلمانوں کو ہر زمانہ میں اور ہر آن اس ارضِ مقدس کی حفاظت اور بیرونی لوگوں اور دشمنانِ دین کے ناپاک ارادوں سے اس کی مدافعت کی کوشش کرنی چاہیئے، گویا حکمتِ الٰہی اس زمانے کے مسلمانوں کو ہوشیار کرر ہی ہے کہ اس مقدس سر زمین پر یہود کی جارحیت کے سامنے کمزوری اور بزدلی اور پست ہمتی کا مظاہرہ نہ کریں اوراسے ان کے ناپاک تسلط سے آزاد کرکے اس پر اہل ایمان کا قبضہ بحال کریں۔

(۱۶) واقعۂ معراج دراصل لوگوں کے ایمان کے جانچنے کی کسوٹی ہے؛ چونکہ یہ خرق عادت واقعہ تھا، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کا سفر اس زمانے ہیں دو مہینوں پر محیط ہوتا تھا لیکن آپ ﷺ نے سکنڈوں میں طئے کیا پھر عالم بالا کی سیر کرائی گئی ، ظاہر ہے کہ ایسے حیرت انگیز واقعہ پر یقین کرنا عام انسان کے لئے مشکل ہوتا ہے، چنانچہ یہ واقعہ کافروں کے کفر میں اضافے کا ذریعہ بنااور ایمان والوں نے تصدیق کرکے اپنے ایمان کو پختہ کیا۔

(۱۷) معراج مسجد حرام کے بجائے مسجد اقصیٰ سے کرائی گئی، اس میں اسلام کی عالمگیریت کی جانب اشارہ ہے اور مسلمانوں کو پیغام دیاجارہا ہے کہ وہ اسلام کو لیکر اقطاع عالم میں پھیل جائیں، مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کا مطلب یہی ہے کہ اب اسلام ساری اقوام عالم کا واحد دین ہے۔

(۱۸) اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کو سابقہ لوگوں کے تجربات سے استفادہ کرنا چاہیئے، پچاس نمازوں کی فرضیت کے بعد جب آنحضور ﷺ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے نمازوں کی تخفیف کروانے کا مشورہ دیا اور یہ فرمایا کہ میں نے بنی اسرائیل کے سلسلہ میں تجربہ کیا ہے ، لوگ اس کے متحمل نہیں ہوں گے ، آنحضور ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تجربات سے استفادہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نمازوں کی تخفیف کروائی۔

(۱۹) معراج سے اتحاد و اتفاق کا بھی درس ملتا ہے، وہ اس طرح کہ ہرآسمان پر نبی کریم ﷺ کی مختلف نبیوں سے ملاقات ہوئی ، سارے نبیوں نے مرحبا بالاخ الصالح کے ذریعہ آپ ﷺ کا استقبال کیاجبکہ بیشتر انبیاء کی شریعتوں میں فرق پایاجاتا ہے، اس کے باوجود سب نے بھائی کہہ کر آپ ﷺ کااستقبال کیا، اس میں اخوت و اتفاق کی جانب اشارہ ہے، آج امت کی عجیب صورت حال ہے، ایک کلمہ ایک قرآن اور ایک کعبہ کی حامل امت باہم دست وگریباں ہے، مسلکی تشدد بام عروج پر ہے، اس میں جانیں تک ضائع ہورہی ہیں، ہر جگہ مسلمانوں کا آپسی اتحاد پارہ پارہ ہورہا ہیء، پیغمبر اسلام ﷺ نے جس ملت کو قدم قدم پر درس اتحاد دیا تھاآج وہ مختلف خانوں میں بٹی ہوئی ہے۔

(۲۰) قرآن مجید میں اسراء کاذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا "سبحان الذی أسری بعبدہ" پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے چلی۔اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے لئے لفظ عبد کا انتخاب اتفاقی نہیں ہے، مقام عبدیت سب سے اونچا مقام ہے، ہر فضیلت والے موقع پراللہ نے آپ ﷺ کے لئے لفظ عبداختیارفرمایا ہے، جس ہیں اشارہ ہے کہ آپ ﷺ عبدیت کے نہایت بلند مقام پر فائز ہیں، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے یہاں ہرقسم کی سر بلندی کامل عبدیت سے حاصل ہوتی ہے۔

(۲۱) سفر معراج میں مختلف آسمانوں پر متعدد انبیا کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے دوسرے پر حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام سے تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے پانچویں پرحضرت ہارون علیہ السلام سے چھٹویں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ایک لاکھ سے زائد انبیاء کرام علیہم السلام میں سے مذکورہ چند انبیاء کرام علیہم السلام کا انتخاب اتفاقی نہیں ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات میں حکمت یہ ہے کہ آپ ﷺ کو ان کے ساتھ پیش آئی صورت حال سے تسلی حاصل ہوجائے انہیں بھی اپنے وطن اصلی جنت سے

نکالا گیا تھا اور آپ ﷺ کو بھی مکہ مکرمہ سے نکالا گیا ، حضرت عیسیٰ و یحیٰ علیہما السلام کے ساتھ یہودیوں نے انتہائی درجہ کی عداوت و دشمنی کا مظاہرہ کیا تھا، ان سے ملاقات کرواکر گویا یہ اشارہ دیاگیا کہ آپ ﷺ کو بھی مدینہ منورہ میں یہودیوں کی عہد شکنی اور ان کی سازشوں کا سامنا کرنا ہوگا، حضرت یوسف علیہ السلام کو خود ان کے بھائیوں کی جانب سے ظلم سہناپڑا تھا اورانہوں نے اس پر صبر کیا، مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کے ساتھ بھی اپنوں نے یہی برتاؤ کیا اور آپ ﷺ کو قتل کرنے کا تک منصوبہ بنایا، ادریس علیہ السلام کو اللہ نے رفعت مقام عطا فرمایا تھاجہاں تک پہنچنا ہر شخص کے لئے ممکن نہیں تھا، آپ ﷺ کو معراج سے سرفراز فرما کر ان سے بلند مقام عطا فرمایا گیا، حضرت موسیٰ و ہارون علیہماالسلام کے ساتھ ان کی قوم نے بڑی بد تمیزی کا معاملہ کیا تھا، ان سے ملاقات کروا کر آپ ﷺ کو تسلی دی گئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سے آخری آسمان پربیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے ُان سے ملاقات کے ذریعہ اشارہ دیاگیا کہ آپ ﷺ کی عمر کا اختتام بھی حج بیت اللہ پر ہوگا۔

(۲۲) معراج کا واقعہ بتاتا ہے کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے، جسے اللہ ہدایت نہ دیں وہ سارے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے گا ، جب آپ ﷺ معراج سے واپس لوٹے اور کفار مکہ کو اس کی تفصیلات سنائیں تو کفار مکہ نے بیت المقدس کے متعلق مختلف سوالات کئے۔اللہ نے بیت المقدس کو آپ ﷺ کے روبرو کردیا آپ ﷺ نے ان کے ہر سوال کاجواب دیا، مگر پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے، اس لئے کہ ان کے حق میں ہدایت مقدر نہیں تھی۔

(۲۳) واقعہ معراج سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی کسی کے گھر جائے اور دروازہ کھٹکھٹائے اور اندر سے آنے والے کے متعلق سے دریافت کیا جائے تو آنے والے کو اپنا نام ذکر کرنا چاہیے، ”میں“ کہنا درست نہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام حضورﷺ کے ساتھ پہلے آسمان پر پہونچے ، آسمان کا دروازہ بند تھا ، فرشتوں کے دریافت کرنے پر آپ علیہ السلام نے جواب میں جبرئیل کہا۔

(۲۴) معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کے بعد جب آپ ﷺ رخصت ہونے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میرے بعد مبعوث ہونے والے پیغمبر محمد ﷺ کی امت سے میری امت سے زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوگی۔ (بخاری ، مسلم) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ پر اس قدر غبطہ اور رشک تھا مگر اس کے باوجود انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ ایسی ہمدردی و خیر خواہی فرمائی کہ آپ ﷺ پچاس نمازیں لے کر لوٹے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے تخفیف کروانے کا مشورہ دیا، ان کا طرز عمل یہ واضح کرتا ہے کہ کسی کی خوبیوں پر حسرت ہونے کے باوجود اس کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی ہونی چاہیے، اس کے برعکس آج ہمارا حال یہ ہے کہ کسی کو کوئی نعمت مل جائے تو لوگ اس سے حسد کرنے لگتے ہیں اور اس کی نعمت کے زائل ہونے کی تمنا رکھتے ہیں۔

(۲۵) خیر خواہی اور ہمدردی ایسی چیز ہے کہ اس کی برکتیں ضرور ظاہر ہوتی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خیر خواہی فرمائی تو ان کی اس خیر خواہی سے نمازوں میں تخفیف کی گئی اس طرح خیر خواہی کبھی ضائع نہیں ہوتی۔

(26) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ پر جب آپ ﷺ نے اپنے رب سے تخفیف کرائی اور نمازیں پانچ کردی گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر مشورہ دیا کہ آپ ﷺ مزید تخفیف کرائیے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ پھر دو بارہ درخواست کروں ، اس طرح واقعہ معراج سے یہ پیغام ملتا ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ سے حیا کریں ، قرآن و حدیث میں حیا پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

(۲۷) واقعہ اسرار و معراج سے مساجد کی اہمیت اور مسلم معاشرہ میں مساجد کا کلیدی کردار سمجھ میں آتا ہے؛ اسلئے کہ یہ سفر مسجد سے شروع ہوا اور مسجد ہی پر اختتام کو پہنچا ایسا اس لئے کیا گیا تاکہ امت پر مساجد کی اہمیت کو اجاگر کیا جاسکے۔ (از؛حضرت مولانا سید ومیض احمد ندویؔ ،بہ شکریہ ضیائے علم اپریل)

واقعہ معراج کے چند نصیحت آمیز پہلو

واقعہ معراج قدرتِ خداوندی کا ایک عجیب اور بے مثال واقعہ ہے اور حضور ﷺ کا ایک خصوصی اعزاز و امتیازی معجزہ ہے ،اس واقعہ میں اللہ تعالی نے اپنی قدرت کے بے شمار عجائبات کو ظاہر کیا ، یہ ہمارے لئے نہ صرف ایک واقعہ کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اس میں ہمارے لئے عبرت اور نصیحت کے بے شمار پہلو بھی موجود ہیں جس کے ذریعہ سے ہماری زندگی راہ راست پر آسکتی ہے، معراج کہتے ہیں اس سیڑھی کو جس کے ذریعہ اوپر چڑھا جائے ، شبِ معراج میں چونکہ حضور انور ﷺ سیڑھی کے ذریعہ اسمان پر تشریف لے گئے ، اور وہاں کے بہت سارے عجائباتِ قدرت کا نظارہ کئے اور وہاں پر موجود انبیاء کرام سے ملاقات کی، جنت اور دوزخ ، نیز انسانی اعمال پر مرتب ہونے والے جزا یا سزاکا کا مشاہدہ کئے ، اور ایک ہی رات کے کچھ وقفہ میں ان تمام چیزوں کے مشاہدے کے بعد واپس مکہ تشریف لے آئے، ذیل آپ ﷺ کے ان مشاہدات کو تحریر کیا گیا ہے جو آپ ﷺ نے دوزخ کے سیر کے موقع پر دیکھا تھا۔

بے نمازی کا انجام

آپ ﷺ دوزخ کے مشاہدہ کے لئے تشریف لے جارہے ہیں اور حضرت جبرئیلؑ ترجمانی کے حیثیت سے آپ ﷺ کے ساتھ ہیں ، آپ ﷺ نے دوزخ کی سیر کرتے ہوئے ایک موقع پر ملاحظہ فرمایا کہ ایک بد نصیب قوم سخت تکالیف میں مبتلا ہے، انہیں زمین پر چت لٹا کر ان کے سروں کو بڑے بڑے پتھروں سے کچلا جارہا ہے، اس حالت کو دیکھ حضور ﷺ بہت افسوس کرتے ہوئے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا کہ اےئ جبرئیلؑ یہ کون بدنصیب لوگ ہیں، انہیں یہ عذاب کیوں دیا جارہا ہے، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیایا رسول اللہ ﷺ یہ وہ لوگ ہیں جو

نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ نماز کے لئے مسجد کو آتے تھے ، جو سر اللہ کے سامنے نہیں جھکتا وہی سر یہاں کچلا جارہا ہے ۔ (تفسیر طبری ۹/۱۱)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو سر اپنے معبود حقیقی کے آگے نہیں جھکتا اس سر کو دوزخ میں دو پتھروں کے درمیان کچلا جائے گا، ہم سب کو اپنا اور اپنے اہل و عیال کا جائزہ لینا چاہئے کہ نماز جیسی مہتم بالشان عبادت میں ہم سب سے کتنی کوتاہی ہورہی ہے، وہ نماز جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی معراج ہے(تفسیر مظہری ۶/۵۳۹مکتبۃ رشیدیۃ پاکستان) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے (نسائی شریف باب حب النساء حدیث نمبر: ۳۹۳۹) جو اسلام کا پہلا فرض ہے اور جس کے بارے میں قرآن و حدیث میں بہت تاکید کی گئی ہے، اور قیامت میں سب سے پہلا سوال اسی کے بارے میں ہوگا اور جس کے چھوڑنے پر سخت سے سخت وعید سنائی گئی ہیں ، اس نماز کے بارے میں ہمارے یہاں بہت کوتاہی پائی جاتی ہے ، حضور انور ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ دوزخ میں ایک وادی ہے جس کا نام ویل ہے اس کی آگ اور حرارت اتنی تیز ہے کہ اگر دنیا کا پہاڑ اس میں رکھ دیا جائے تو وہ بھی پگھل جائے گا ، یہی وادی ان لوگوں کے لئے ہے جو نماز میں سستی کرتے ہیں اور اسی تاخیر سے پڑھتے ہیں (الزواجر ۱/۲۲۱ ناشر دارالفکر بیروت) جب نماز میں سستی اور کاہلی کرنے یا اسے تاخیر سے ادا کرنے پر اتنا سخت عذاب دیا جائے گا تو نماز چھوڑنے پر کتنا سخت عذاب ہوگا اس کا اندازہ ہم لگا سکتے ہیں ، آج ہم معمولی باتوں اور کاموں کی وجہ سے نماز جیسی اہم عبادت کو چھوڑ دیتے ہیں ، ہم کو ہر کام کے لئے وقت نکل سکتا ہے لیکن نماز کے لئے وقت نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے ، اللہ حفاظت فرمائیں۔

زکوۃ نہ دینے والوں کی عبرتناک سزا

حضورانور ﷺ بے نمازی کو دیئے جانے والے عذاب کا مشاہدہ کرتے ہوئے افسوس کے ساتھ آگے بڑھے تھوڑی دور چلے ہی تھے کہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ننگے کھڑے ہیں صرف ستر اور شرمگاہ پر چند کپڑے ہیں اسی

حالت میں وہ دوزخ کے جنگل کی گھانس ،کانٹے ، پتھر ، انگارے سب کچھ کھاجاتے ہیں مگر پیٹ نہیں بھر تا ، اس حالت کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا ، اے جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں اور کس عمل کی ان کو یہ سزا دیجارہی ہے ، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ لوگ اپنے مال کی زکوۃ نہیں ادا کیا کرتے تھے ، مال کی زکوۃ نکالنے کے بجائے خود ہی اس مال کو کھا لیا کرتے تھے ، ان کی سزا میں کنکر پتھر اور انگارے جو ان کی کھانے کی چیز نہیں ہے انہیں کھلائی جارہی ہے (تفسیر طبری ۹/۱۱) حضور انور ﷺ کے اس مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوۃ ادا نہ کرنے والے شخص کو دوزخ کی چیزیں کھلا ئی جائے گی مگر پھر بھی اس کا پیٹ نہیں بھرے گا ، زکوۃ کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ زکوۃ اسلام کا دوسرا اہم رکن ہے اور اللہ تعالی نے قرآن کریم میں جہاں نماز کا حکم دیا ہے وہی فوراً بعد زکوۃ کی ادائیگی کا بھی حکم دیا ہے ، مشہور قول کے مطابق 82 جگہ نماز کے ساتھ زکوۃ کا حکم بھی فرمایا ہے ، اور جہاں صرف زکوۃ کا حکم ہے وہ اس کے علاوہ ہے (فضائل صدقات :۲۱۷) اسی طرح احادیث مبارکہ بھی اس سلسلہ میں بہت وارد ہوئی ہیں ، چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زکوۃ اسلا م کا ایک مضبوط پل ہے (الترغیب والترہیب للمنذری کتاب الصدقات الترغیب فی اداء حدیث نمبر: ۱۱۰۷) اسی طرح ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص مال کی زکوۃ ادا کردے تو اس مال کا شر اس سے جاتا رہتا ہے (المعجم الاوسط باب اسمہ محمد حدیث نمبر: ۱۵۷۹) اور زکوۃ ادا نہ کرنے والے کے بارے میں قرآن کریم میں ہے کہ وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو جمع کرکے رکھتے ہیں اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو (سورۃ توبہ آیت نمبر : ۳۴)درد ناک عذاب کی جو شکلیں ہیں اس کا ذکر قرآن و احادیث میں موجود ہے کہ اس کے مال کو قیامت کے دن آگ میں تپاکر اس شخص کی پیشانی اور پہلو وغیرہ کو داغا جائے گا (مسلم باب اثم مانع الزکوۃ حدیث نمبر: ۹۸۷)اور اس کے مال کو ازدھا کی شکل دی جائے گی جو اس کو ڈسے گا(بخاری باب اثم مانع الزکوۃ حدیث نمبر:۱۴۰۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایاکہ نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم ہے اور جو شخص زکوۃ ادا نہ کرے تو اس کی نماز بھی (قبول) نہیں (الترغیب و الترہیب للمنذری

کتاب الصدقات الترغیب فی اداء حدیث نمبر: ۱۱۱۱)آج امت کا بیشتر طبقہ اس اہم فریضہ سے غافل ہے اور بہت سارے حضرات ایسے بھی ہیں جو زکوۃ کو ایک بوجھ اور ٹیکس اور مال میں کمی سمجھتے ہیں جبکہ آپ ﷺ نے زکوۃ کو مال میں اضافہ کا سبب بتلایا ہے۔

غیبت کرنے والوں کا حشر

حضور انور ﷺ اس عذاب کا مشاہدہ کرتے ہوئے آگے بڑھے تھوڑی دور جانے کے بعد آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جگہ آدمی جمع ہیں اور ایک فرشتہ ان کے جسموں کا گوشت کاٹ کر ان ہی کو دیتے ہیں تاکہ کھائیں اور کہتے جاتے ہیں کہ جس طرح تونے دنیا میں اپنے بھائیوں کا گوشت کھایا اس کی سزا میں آج تجھے اپنا گوشت کھانا پڑے گا ، حضورانور ﷺ نے فرمایا کہ اےئ جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں اور انہیں کس جرم کی سزا دی جارہی ہے ، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ غیبت کرنے والے لوگ ہیں ان کو قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا ، قیامت تک یہ اپنا ہی گوشت کھاتے رہیں گے (تفسیر طبری ۹/۱۸) غیبت ایک ایسی بیماری ہے جو اپنے تمام نیکیوں کو ختم کردیتی ہے (شرح صحیح بخاری لابن بطال باب الغیبۃ و قولہ تعالی ولا یغتب بعضکم بعضا) قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھاؤ ، تم اس کو ناپسند کرتے ہو(الحجرات آیت نمبر : ۱۲) آیت کی مراد سے واضح ہے کہ غیبت کرنا اور مردار بھائی کا گوشت کھانا دونوں برابر ہے ، آج معاشرہ میں کوئی شخص بھی اس بیماری سے خالی نہیں ہے چاہے جاننے والا ہو یا جاہل ہو ہر آدمی کسی نہ کسی کی غیبت کرتے ہوئے نظر آئے گا ، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غیبت زنا سے بھی بد ترین گناہ ہے کیوں کہ اگر آدمی زنا کرنے کے بعد نادم اور شرمندہ ہوگیا توبہ کیا تو وہ گناہ معاف ہوجائے گا ؛مگر غیبت کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوگا جب تک کہ جس کی غیبت کی گئی وہ معاف نہ کرے(شعب الایمان باب فصل فیما ورد من الاجتار) اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ غیبت کا تعلق

حقوق العباد سے ہے ، لیکن آج غیبت کی سنگینی اور اس کے مضر اثرات کا احساس ختم ہوگیا ، اسے ٹائم پاس یا وقت گذاری کا نام دیدیا گیا ہے۔

بے عمل واعظوں کا برا انجام

حضور انور ﷺ غیبت کرنے والے شخص کے عذاب کا مشاہدہ کرتے ہوئے آگے بڑھے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ بعض لوگوں کے حلق چیرے جارہے ہیں اور ان کے منھ میں چھریاں ماری جارہی ہیں ، یہ منظر دیکھ کر رحم دل نبی ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ انہیں کس گناہ کی یہ سزا دی جارہی ہے ، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ حضورؐ یہ وہ واعظ ہیں جو لوگوں کو وعظ کہتے تھے اور خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے، (سیرت ابن ہشام ۱۰۴) ہمارے لئے یہ مقام عبرت ہے کہ بے عمل واعظ کی یہ سخت ترین سزا کہ جس زِبان سے وہ لوگوں کو وعظ کہتا تھا اسی زبان کو روز قیامت کاٹا جائے گا ، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ تم لوگ دوسروں کو تو حکم کرتے ہو اور خود اس کو بھول جاتے ہو (البقرۃ: ۴۴) یعنی جس بات پر خود عمل نہیں کرتے وہ دوسروں کو کہتے ہوئے شرم نہیں آتی ، پہلے خود اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے دوسروں کو نصیحت کرنے کی ترغیب بھی دی ہے اور ارشاد فرمایا کہ نصیحت کرو کیونکہ نصیحت کرنا مؤمنین کو فائدہ دیتا ہے (الذاریات آیت نمبر : ۵۵) لیکن نصیحت اسی وقت فائدہ دیتی ہے جب اس پر خود بھی عمل کرے ، آج معاشرے میں ایسے بہت سارے حضرات ہیں جو خود تو دین سے بہت دور ہوتے ہیں اور جن کا چہرہ غیر اسلامی ہوتا ہے ، جن کی وضع قطع بالکل مغربی طرز کا ہوتا ہے اور جن کے دل و دماغ پر مغربیت کا اثر بالکل نمایاں ہوتا ہے وہ بلا تردد دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں ، ان حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ خود کو عمل سے غافل کرکے صرف دوسروں کو نصیحت کرنا قیامت کے دن وبالِ جان بن سکتاہے۔

یتیموں کا مال کھانے والے

حضورانور ﷺ بے عمل واعظوں کے عذاب کا مشاہدہ کرتے ہوئے آگے بڑھے تھوڑی ہی دور بعد آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک جماعت ہے ان کے منہ اونٹوں کے طرح ہیں اور فرشتے ان کا منہ چیر کر بڑے بڑے انگارے اس میں ڈال رہے ہیں ، انگارے ان کے حلق سے نیچے اتر کر نجاست کے راستے سے باہر نکل جاتے ہیں جس کی وجہ سے یہ لوگ چیخ چیخ کر روتے ہیں ، ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ ﷺ نے پوچھا کہ جبرئیل ؑ یہ کون لوگ ہیں اور انہیں یہ عذاب کیوں دیا جارہا ہے ، حضرت جبرئیل ؑ عرض- کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا یتیموں اور مسکینوں کا مال کھاتے تھے ،اس لئے ان کو یہ عذاب دیا جارہا ہے (الرحیق المختوم۱٦٦) یتیم کا مال کھانا گویا اپنے پیٹ میں آگ کے انگارے جمع کرنا ہے ، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ جو لوگ یتیم کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کو جمع کررہے ہیں (النساء آیت نمبر : ۱۰)اسلام نے یتیم کے مال کو کھانے کی اس شخص کو اجازت دی ہے جو یتیم کی پرورش کررہا ہو ؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یتیم کے مال کو حیلہ بہانے کے ذریعہ اپنے استعمال میں لایا جائے اور اس پر مکمل قبضہ کرلیا جائے ، کئی خاندان ایسے ہیں جہاں پر خاندانی سرپر ست اپنے یتیم رشتہ داروں کے مال و جائیداد پر ظلماً قبضہ کرتے ہیں ، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کے مال سے وہ خوشحال ہوجائیں گے لیکن وہ یہ جانتے نہیں کہ یہی مال کل قیامت میں ان کے لئے آگ کے انگاروں کی شکل اِختیار کرلے گا۔

دوسروں کو تکلیف دینے والوں کا انجام

حضور انور ﷺ اس ظالم انسان کے عذاب کا مشاہدہ کرتے ہوئے آگے بڑھے تو دیکھا کہ سرِ راہ کچھ آدمی آگ کی سولیوں پر لٹکے ہوئے ہیں اور ان کا بدن کانٹے دار درخت کی طرح ہے اور کوئی ان کے قریب سے گذرتا تو وہ ان پر حملہ آور ہوتے ، ان بدنصیب لوگوں کی یہ صورت حال دیکھ کر آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل ؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں اور کس جرم کی یہ سزا دی جارہی ہے ،حضرت جبرئیل ؑ نے عر-ض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ وہ لوگ ہیں جو سرِ راہ بیٹھ کر راستہ چلنے والوں کو تکلیف دیا کرتے تھے آنکھوں سے اشارے کرتے ، اور زبان

سے گالیاں دیتے اور طعنے کسا کرتے اور لوگوں پر ہنستے تھے (سیرۃ المصطفیٰ ۱/۲۹۳) یہ بھیانک عذاب کی شکل ان لوگوں کے لئے ہیں جو دوسروں کے تکلیف دیتے ہیں آج کے اس ماحول میں خصوصاً وہ نوجوان جو دوستوں کے ساتھ مل کر کالجوں کے پاس اور پارکوں میں ، راستوں میں ، رات کے وقت گھروں کے چبوتروں پر بیٹھ کر راستہ چلنے والے مرد و خواتین کو تکلیف دیتے ہیں ان پر طعنے کستے ہیں اور اشارے کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں جس کی وجہ سے محلّہ کے دوسرے پڑوسیوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے ، اور اس طرح کی ایذاء رسانی کو فخر سمجھا تا ہے اور دوستوں کے سامنے اسے کارنامہ کے طور پر پیش کیا ہے ،قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کی مذمت کی اور ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بغیر کسی غلطی کے مومن مرد اور عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں تو وہ بہت بڑے بہتان اور کھلے ہوئے گناہ کو اٹھالیا ہے (الاحزاب آیت نمبر :۵۸) جب کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمان کی عزت و آبرو سے کھیلنا حرام قرار دیا ہے(صحیح مسلم باب تحریم ظلم المسلم حدیث نمبر : ۳۲)اور فرمایا کہ مسلمان وہی ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہے (بخاری باب المسلم من سلم المسلمون حدیث نمبر: ۱۰) نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں لوگوں کو تکلیف دیتا ہے کل قیامت میں اللہ تعالی اس کو عذاب میں مبتلا کرے گا (صحیح مسلم باب الوعید لمن عذب حدیث نمبر: ۱۱۸) حضرت قتادہؓ نے آیت والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ صاحب ایمان کو تکلیف دینے سے بچو اسلئے کہ اللہ تعالی اس سے ناراض ہوتا ہے (تفسیر طبری باب قولہ والذین یؤذون) یہ آیات اور احادیث ان لوگوں کے لئے جو دوسروں کو تکلیف دینا اپنی بڑائی سمجھتے ہیں وہ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کل قیامت کے دن اس طرح کے عذاب میں مبتلا ہونگے۔

خیانت کرنے والوں کا انجام

دوسروں کو تکلیف دینے والے اس نامراد قوم کو دیکھ کر آپ ﷺ آگے بڑھے کچھ دور چلنے کے بعد ایک آدمی نظر آیا جو نہایت ہی کمزور و ناتواں ہے اور ایک بڑا لکڑیوں کا گھٹا باندھ کر اُسی اٹھانا چاہتا ہے لیکن وزنی ہونے کی وجہ سے اس سے وہ گھٹا اٹھا یا نہیں جارہا تھا مگر وہ شخص اس میں سے لکڑیاں نکالنے کے بجائے اور لکڑیاں اس میں ڈالتا جارہا ہے پھر اُسی اٹھانے کی کوشش کررہا ہے ، اس کم عقل آدمی کو دیکھ کرآپ ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون کم عقل آدمی ہے ، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ امانتوں میں خیانت کرنے والا شخص ہے جو تھوڑے امانتوں کا بوجھ نہیں اٹھاسکتا تھا اور امانتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ (سیرۃ المصطفیٰ ۱/۲۹۴)

زندگی میں انسان پر کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ اپنے مال کی حفاظت خود نہیں کرپاتا اس وقت دوسروں سے مدد لیتا ہے اور جس کی مدد وہ لے رہا ہے وہ امین ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ اس مال کی مکمل حفاظت کرے اور اس مال کو نہ خود استعمال کرے اور نہ دوسروں کو استعمال کرنے دے ، لیکن اس کے برخلاف اگر اس مال کو استعمال کرے تو یہ خیانت ہے جس کی یہ سزا بیان کی گئ ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے خاص کر امانتوں کو ادا کرنے کا حکم دیا ہے جیسے إن اللّٰہ یأمرکم أن تؤدو الأمانات الی أہلھا (النساء آیت نمبر: ۵۸) ہمیں اس آیت سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ امانت کو ان کے اہل تک پہنچا دینا چاہئے ، ایک موقع پر حضور انور ﷺ کو اللہ تعالی نے بنو ابیرق کے واقعہ کے ذیل میں ارشاد فرمایا کہ آپ خیانت کرنے والوں کی طرف داری نہ کریں (النساء آیت نمبر: ۱۰۵) اس لئے کہ خیانت کرنے والا گناہ گار اللہ تعالی کو پسند نہیں ہے (النساء آیت نمبر : ۱۰۷) امانت کی فضیلت کا اور خیانت کی شناعت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضورانور ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس امانت نہیں اس کے پا س ایمان نہیں (مسند احمد باب انس بن مالک حدیث نمبر: ۱۲۳۸۳)ایسا شخص ایمان سے نکل کر نفاق میں چلاجاتا ہے اسلئے آپ ﷺ نے فرمایا

کہ منافق کی تین علامتیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس امانت رکھے تو خیانت کرے (بخاری باب علامۃ المنافق حدیث نمبر: ۳۳) ان آیتوں اور احادیث سے امانت و خیانت کی جو تفصیل ہمارے سامنے آئی ہے اس سے اگر ہم آج کے معاشرے پر نظر ڈالیں تو امانت کی سچائی کے بجائے خیانت کا کڑوا جھوٹ سامنے آئے گا آج کا مسلمان دین کے تمام شعبوں میں سے کسی ایک شعبے میں مکمل طور پر ناکام ہے۔

پھر یہ کہ امانت کا مفہوم صرف مال تک محدود نہیں بلکہ اس کا مفہوم بہت وسیع ہے اگر کوئی راز کی بات کہے یہ بھی امانت ہے، یا کوئی مشورہ لیں یا کوئی کسی کی اصلاح کے تعلق سے شکایت کرے یہ سب امانت ہے ، اسلئے حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی بات کرتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھے تو وہ امانت ہے (ترمذی باب ماجاء ان المجالس امانۃ حدیث نمبر: ۱۹۵۹)

حاکموں کے پاس رعایا کی شکایات لے کر جانا

خیانت کرنے والے بد نصیب لوگوں کی سزا دیکھتے ہوئے آپ ﷺ حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک جماعت ہے ان کے منہ ، زبان اور ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جارہا ہے ، آپ ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور یہ سزا ان کو کیوں دی جارہی ہے، حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حاکموں کے پاس رعایا کی جھوٹی خبریں پہنچاکر ان غریب رعایا پر ظلم کرتے تھے ، (طبری ۱/۱۱) ظلم کی یہ شکل جس کو عرف میں چغل خوری کہتے ہیں اس کے ذریعہ سے دو آمیوں یا دو خاندانوں کے درمیان بد ظنی یا لڑائی جھگڑا کرایا جاتا ہے ، ایسے لوگوں کی یہ سزا ہے کہ جس زبان سے یہ چغل خوری کرتا تھا اسی زبان کو کاٹا جائے گا ، اگر چغل خوری کی حقیقت پر غور کرے تو اس میں صرف گناہ ہی گناہ ہے چغلی کہتے ہیں کسی کا عیب یا ایسا قول و فعل جس کو وہ چھپانا چاہتاہے دوسروں کے سامنے ظاہر کرنا، پھر اگر وہ عیب واقعی اس آدمی میں ہے تو یہ چغلی ہے جو گناہِ کبیرہ ہے اور اس کا اظہار کرنا غیبت ہے یہ دوسرا گناہِ کبیرہ ہے اور اگر وہ عیب اس آدمی کے

اندر نہیں ہے تو یہ افتراء ہے یہ تیسرا گناہِ کبیرہ ہے (شریعت و طریقت ۱۷۵) اسلئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا (بخاری باب مایکرہ من النمیمۃحدیث نمبر۶۰۵۶) اور فرمایا کہ چغلی کے ذریعہ عذابِ قبر ہوتا ہے (بخاری باب النمیمۃ من الکبائر حدیث نمبر : ۶۰۵۵)آج کے اس معاشرے میں اس گناہ کی نحوست کی وجہ سے کئی خاندان تباہ و برباد ہوگئے ہیں اور بعض لوگ اس گناہ کے عادی ہے اور ان کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ لوگو ں کے درمیان لڑائی جھگڑے کرائے خصوصاً یہ صفت خواتین کے اندر بالمقابل مرد کے زیادہ پائی جاتی ہے ، ایسے لوگ یہ سمجھنا چاہیئے کہ کل قیامت میں اس طرح کے عذاب میں مبتلاء ہوں گے ، کسی شخص نے عمر بن عبد العزیزؒ کے سامنے دوسرے شخص کی چغل خوری کی تو آپؒ نے کہا کہ ہم اس پر غور کریں گے اگر تو نے جھوٹ کہا تو اس آیت کے مصداق ہوگا ، إن جاء کم فاسق بنبإ فتبینوا، اور ان لوگوں میں شامل ہوگا، اور اگر تو نے سچ کہا تو اس آیت کے مصداق ہوگا ہمّاز مشاء بنمیم ، اور ان لوگوں میں شامل ہوگا ، اگر تو چاہتاہے کہ میں تجھے معاف کردوں تو توبہ کر اس آدمی نے توبہ کی (کیمیائے سعادت ۵۳۲)

یہ چند مشاہدات ہیں جو آپ ﷺ کو شبِ معراج میں ہوئے اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے مشاہدات ہیں جس کو دکن کے عظیم محدث حضرت عبداللہ شاہ صاحبؒ نے اپنی کتاب" معراج نامہ" میں تفصیل سے بیان کیا ہے لیکن یہاں اختصاراً انہیں حذف کیا جاتا ہے۔

(از مولانا غیاث الدین حسامی؛ بہ شکریہ اشرف الجرائد، اپریل)

ایک مسئلہ کی وضاحت

گذشتہ سے پیوستہ

نماز کے واجبات

واجب کے چھوڑنے سے نماز ناقص ہو جاتی ہے، واجب اگر بھولے سے رہ جائے تو سجدہ سہو سے تلافی ہو سکتی ہے۔

لفظ سلام سے نکلنا : لفظ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے ذریعہ نماز ختم کرنا واجب ہے۔

دلیل : حضرت علیؓ سے روایت ہے: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز کی چابی طہارت ہے (طہارت ہی سے نماز میں داخل ہوا جاتا ہے) اور نماز کا تحریمہ (یعنی تمام چیزوں کا اس حالت میں ممنوع ہو جانا) تکبیر ہے " تحريمها التكبير و تحليلها التسليم " (ابو داؤد رقم الحدیث : 61)